# دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک سے فتنہ وفساد کو دور کر دے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍اگست ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس۔ کاکول۔ ایبٹ آباد)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام نے نفس پر جائز سختی کا حکم بھی دیا ہے اور ناجائز سختیاں کرنے سے روکا بھی ہے۔ جہاں کسی نفس کا حق نہیں بنتا اسے وہ نہیں ملنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:- وَ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ۔

(بخاری کتاب الصوم باب مَنْ اَقْسَمَ عَلٰی أَخِیهِ لِیُفْطَرَ فِی التّطوع)

اس ارشاد کی رو سے انسانی نفوس کے جو بھی حقوق قائم کئے گئے ہیں۔ وہ حقوق ادا ہونے چاہئیں۔ اسی طرح دِیْنُ اللّٰهِ یُسْرٌ کی رو سے احکام شریعت اسلامیہ کی ادائیگی میں بشاشت پیدا کرنے کے سارے طریق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کر دیئے ہیں۔ لیکن کسی وقت جہاد کے دوران میں انسان کو بارش میں بھی بعض دفعہ تو چوبیس گھنٹے اپنے فرائض کو ادا کرنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ جب فرقان بٹالین قوم کی خدمت کے لئے محاذ پر پہنچی تو وہاں جو بٹالین تھی اس نے آخری لائن پر ہونے کے باوجود بنکر بنائے ہی نہیں تھے۔ چنانچہ فرقان بٹالین نے ادھر بنکر یعنی مورچے بنانے شروع کئے اور ادھر بادلوں نے مینہ برسانا شروع کر دیا۔ ہم نے مجاہدین کو لنڈے سے یونیفارم خرید کر دی تھی کیونکہ حکومت ان کو یونیفارم نہیں دے رہی تھی۔ جماعت یونیفارم پر خرچ کرتی تھی۔ سات دن کے بعد میں پہلی دفعہ محاذ پر گیا تو

میں نے وہاں یہ نظارہ دیکھا کہ بعض نوجوان احمدیوں کی قمیصوں کی آستینیں ہیں مگر دھڑ غائب ہے بعض کی قمیصوں کے دھڑ ہیں اور آستینیں غائب ہیں۔ کیونکہ لنڈے کے پرانے کپڑے تھے پتہ نہیں وہ کتنی دیر استعمال شدہ تھے۔ ان میں کوئی جان نہیں تھی سات دن کی بارشوں اور سختیوں نے یہ حال کر دیا تھا کہ وہ تارتار ہو چکے تھے لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ بارش میں بھی کام کرتے رہے۔ جب کام کرنا ہو اور کام ضروری ہو تو وہ بارش میں بھی ہوگا لیکن جہاں نمازوں کا سوال تھا اس کے متعلق صَلُّوْا فِی رِحَالِکُمْ (مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا) بھی کہہ دیا۔ بعض ایسے حالات ہوتے ہیں جن میں مسجد میں آنے کی ضرورت نہیں ہوتی اعلان ہو جاتا ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ نماز کی جو جان ہے وہ توجہ کو قائم رکھنا ہے۔ اب جس آدمی کے سر پر بارش کے قطرے گر رہے ہوں کبھی وہ کانوں کو کھجلائے اور کبھی وہ آنکھوں کو صاف کرے تو ظاہر ہے وہ توجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا وہ نماز میں قیام اور رکوع اور سجدے تو کر سکتا ہے لیکن اس کی توجہ قائم نہیں رہ سکتی اس واسطے جس حد تک ممکن ہو توجہ کو قائم رکھنا چاہئے۔

خطبہ جمعہ کو سننا بھی اس لئے ضروری ہے کہ ایک تو یہ ہماری عبادت کا حصہ ہے اور دوسرے یہ ہفتہ میں ایک بار یعنی جمعہ کے روز دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام پر بڑی سخت ذمہ داری ڈال دی ہے اسے لوگوں کی تربیت کے لئے کچھ نہ کچھ بیان کرنا پڑتا ہے۔ یہ بڑی سخت ذمہ داری ہے میری زندگی میں خلافت کے بعد ہفتے کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن سب سے سخت دن ہوتا ہے کیونکہ میرے مقام کے لحاظ سے کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکلنی چاہئے جو ٹھیک نہ ہو یا درست نہ ہو یا مفید نہ ہو یا ضروری نہ ہو یا پھر جماعتی تربیت اس کی محتاج نہ ہو۔ اس لئے مجھے بڑی استغفار کرنی پڑتی ہے۔ بڑی دعائیں کرنی پڑتی ہیں بڑا غور کرنا پڑتا ہے۔ بڑا سوچنا پڑتا ہے اس لئے میرے لئے یہ دن بڑا سخت ہوتا ہے (اس اثناء میں چونکہ بارش کچھ زیادہ تیز ہو گئی تھی اور احباب ابھی تک شامل ہو رہے تھے اس پر حضور نے فرمایا) دوست اندر آجائیں ہمارے دل بڑے وسیع ہیں۔ یہ برآمدہ بھی بڑا وسیع ہے۔ یہاں اگر میں آپ کو باہر بٹھا دیتا اور آپ اپنے کانوں کو کھجلاتے رہتے اور آپ کے کان کے سوراخ خطبہ سننے کے قابل نہ ہوتے تو پھر تو ہمارا یہاں جمعہ پڑھنا ہی بے فائدہ تھا۔ ہم نماز پڑھتے اور جن دوستوں نے

جلدی جانا تھا وہ اپنے گھروں کو چلے جاتے بہرحال خطبہ جمعہ کے متعلق یہ تاکیدی ارشاد ہے کہ خطبہ اتنی توجہ اور خاموشی سے سنا جائے کہ پاس بیٹھا آدمی اگر بولے بھی تو اسے منع کرنے کی طرف انسان کی توجہ نہ ہو ایسے شخص کو منع کرنے سے بھی روکا ہے کیونکہ اس سے اور زیادہ شور مچے گا۔

دوسری بات آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملک میں اس وقت بڑا فتنہ وفساد برپا ہے۔اس سلسلہ میں مَیں پہلے بھی دو خطبے دے چکا ہوں۔آج میں بنیادی طور پر جو ہماری ذمہ داری ہے احباب کو اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ہمیں بڑی دعائیں کرنی چاہئیں مفسد عجیب طرح کے فتنے سوچتا ہے۔مثلاً ۱۹۵۳ء میں جو فسادات ہوئے تھے عام طور پر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ فسادات احمدیوں کے خلاف تھے۔ ایسا نہیں تھا بلکہ ان کی شکل یہ تھی کہ ایک وقت تک ’’مرزائیت مردہ باد‘‘ کے نعرے لگتے رہے اور پھر ایک خاص وقت پر آکر ’’مرزائیت مردہ باد‘‘ کا نعرہ زبان پر آیا ہی نہیں بلکہ ’’حکومت مردہ باد‘‘ کے نعرے لگنے لگے۔ چنانچہ جب بھی فساد شروع ہوتا ہے ہمیں گالیاں دینے سے شروع کرتے ہیں اور ختم کرتے ہیں حکومت کے خلاف نعرے لگانے پر اور اس کے خلاف سخت فساد پیدا کر کے حکومت کا تختہ الٹنے پر۔ یہ ایک آسان طریق ہے کہ زور اور طاقت حاصل کرنے کے لئے پہلے وہ ہمارے خلاف نعرے لگاتے ہیں یعنی ابتداء ہمارے خلاف نعرے لگانے سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا حکومت کے خلاف فتنہ اور فساد پر ہوتی ہے۔

پس دوستوں کو بڑی دعا کرنی چاہئے۔اب نعرے بھی لگ رہے اور خفیہ سکیمیں بھی بن رہی ہیں اس خیال کے ماتحت کہ شاید ہمیں پتہ نہیں لگے گا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جہاں بھی شرارت کی باتیں ہوتی ہیں تو انہی میں سے کوئی شخص آ کر بتا دیتا ہے کہ فلاں جگہ اس قسم کی شرارت کی بات ہو رہی ہے اگر ہم بڑے غریب ہیں ہمارے پاس سامان نہیں، سیاسی اقتدار نہیں، حکومت نہیں ہم تو خدا تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں تاہم ہماری جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے دل میں یہ تڑپ ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آجائے۔ اسلام کے مقابلے میں تمام ادیانِ باطلہ مٹ جائیں۔سارے اندھیرے جاتے رہیں۔ اسلام کا نور ساری دنیا

میں پھیل جائے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن ہیں کسی کو اسلام کی اشاعت کا فکر نہیں اور نہ اسلام کا درد ہے۔ یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے اس لئے ہمارا فکر اور ہمارا تدبر ہمارا پڑھنا اور ہمارا سننا، ہمارا سونا اور ہمارا جاگنا اسلام کی ترقی کے لئے وقف ہے۔ لیکن دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے۔ دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے ملک کے حاکموں کے مقابلے میں۔ دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے پاکستان کے مقابلہ میں، اس لئے وہ اسے مٹانا چاہتا ہے۔ غرض اس وقت کئی خیالات ہیں جو لوگوں میں چکر لگا رہے ہیں۔

تاہم جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ مجھے تو یہ کہتے ہوئے ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوتی کہ میں بڑا غریب ہوں میں سے مراد جماعت احمدیہ ہے کیونکہ جماعتِ احمدیہ اور اس کا امام ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ بہرحال ہمارے پاس نہ کوئی سیاسی اقتدار ہے اور نہ سیاسی اقتدار کے لئے اپنے اندر کوئی دلچسپی محسوس کرتے ہیں۔ نہ ہمارے پاس تلوار ہے اور نہ بندوق ہے اور نہ کوئی اور سامان ہیں۔

لیکن ایک ہتھیار اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا دیا ہے جس کے مقابلے میں کوئی ہتھیار ٹھہر نہیں سکتا اور وہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ہتھیار ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزانہ طور پر جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لئے آتا ہے۔ چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی شکست کھائی یا دشمن سے مار کھائی یا دشمن کے ہاتھوں ذلت اٹھائی تو وہ اسلام کو چھوڑ کر اور خدا تعالیٰ سے دور ہو کر اٹھائی۔

پس دوستوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک زبردست ہتھیار ہے تم اسے استعمال کرو اور بہت دعائیں کرو۔ صرف اپنے لئے نہیں صرف اپنوں کے لئے نہیں بلکہ اپنے ملک کے لئے بلکہ اپنے دوستوں کے لئے جن کا جماعت کے ساتھ تعلق نہیں حکومت کیلئے اور پھر اپنے دشمنوں کے لئے بھی دعا کرو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ شخص بھی پختہ ایمان والا نہیں ہوا جو اپنے دشمن کے لئے دعا نہیں کرتا۔ ویسے ہماری تو کسی کے ساتھ دشمنی نہیں ہے لیکن جس کو ہمارے ساتھ دشمنی ہے اس کے لئے بھی ہم دعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اسے عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔ وہ اپنی تباہی اور ملک کی تباہی کے سامان پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔

بہرحال ہم عاجز بندے ہیں اور یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے ہم اسے بھولے تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نشان دیکھنے پر بھی اتنا زمانہ نہیں گذرا کہ ہم یہ کہیں کہ پہلوں نے نشان دیکھے تھے۔ ہمیں کیا معلوم ہے نہیں! ہمیں بھی معلوم ہے کیونکہ ہم بھی روز یہ نشان دیکھتے ہیں۔ کوئی پشاور میں نشان نظر آ رہا ہے کوئی نشان گوجرانوالہ میں نظر آ رہا ہے۔ کوئی گجرات میں نظر آ رہا ہے۔ کوئی سیالکوٹ میں نظر آ رہا ہے۔ کوئی نشان ملتان، بہاولپور اور کراچی غرض سارے پاکستان میں یہاں تک کہ ساری دنیا میں نشان نظر آ رہے ہیں۔ ہمارا ربّ بڑا ہی پیار کرنے والا ہے اگر ہم اس سے بے وفائی نہ کریں تو وہ انسان سے کہیں زیادہ وفادار ہے اگر ہم اس کے شکر گزار بندے بنیں تو وہ ہمیں اپنے فضلوں سے بہت زیادہ نوازتا ہے اسی لئے اس نے قرآن کریم میں فرمایا:۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم: ۸) پس اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔

بعض لوگ جو ابھی احمدی نہیں ہوئے مثلاً افریقہ میں بھی ہیں اور دوسری جگہوں پر بھی ہیں وہ اپنی تقریروں میں علی الاعلان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے احمدیت کی صداقت کے نشان دیکھے ہیں چنانچہ سیرالیون کے ایک سابق ڈپٹی پرائم منسٹر کے متعلق میں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں کہ جب میں افریقہ کے دورے پر گیا اور سیرالیون پہنچا تو اس نے پیچھے پڑ کر استقبالیہ دیا میں سمجھتا تھا کہ سابق نائب وزیر اعظم صاحب اس لئے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ اس طرح وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی استقبالیہ تقریر میں یہ کہتے تھے کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ لیکن جس شخص نے (یہ ان کے الفاظ تھے) بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ اب وہ ایک ایسے شخص سے جو یہاں سے پانچ ہزار میل دور سیرالیون کے رہنے والے تھے نہ وہ یہاں آئے نہ مرکز سلسلہ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق تھا احمدی وہ نہیں تھے محض ایک سیاستدان ہیں۔ مگر انہوں نے اپنی تقریر میں کہا میں نام نہیں لیتا (شاید ان کی وزارت کے زمانہ میں کوئی وزیر تھا) بڑا امیر آدمی تھا اس کے پاس کاریں تھیں وہ

بڑے پیسے والا تھا مگر اس نے جماعت کی بڑی مخالفت کی تھی تم میں سے ہر ایک شخص کو پتہ ہے۔ میں اس کا نام نہیں لیتا۔ مگر اب بتاؤ کہاں ہے وہ آدمی کہاں ہیں اسکی کاریں اور کہاں ہے اس کا خاندان؟ غرض یہ الفاظ ایک غیر از جماعت سمجھدار اور سابق نائب وزیر اعظم کے ہیں جس نے اپنی تقریر میں برملا اظہار کیا اور احمدیت کی صداقت کا ایک نشان بنا۔

غرض اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے حق میں ساری دنیا میں اپنی قدرت اور اپنے پیار کے نشان دکھاتا ہے جب تک ہم اس کے وفادار اور شکر گذار بندے بنے رہیں گے اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نشان اور اس کے پیار کے جلووں کو دیکھتے رہیں گے۔ اس واسطے عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے پیار اور اس کے فضلوں کو جذب کرو تاکہ دشمنوں کی طرف سے جو بھی فتنہ کھڑا ہو وہ کامیاب نہ ہو۔ ہمیں ان کی ہلاکت سے کوئی غرض نہیں ہے اور نہ ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ ہلاک ہوں۔ ہم تو ان کی اصلاح چاہتے ہیں ہم ان کے مقابلے پر کھڑا ہونا نہیں چاہتے ہم دعا کرتے ہیں کہ ان کے جو منصوبے ہیں وہ ’’خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ‘‘ توڑ کر رکھ دے وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوں اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور جماعت احمدیہ کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اسلام کو غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھاتی چلی جائے۔ احباب اس کے لئے دعا کرتے رہیں۔

خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے متعلق خدام سے خطاب

تیسرے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عنقریب خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا اجتماع ہونے والا ہے۔ ۵۔۶۔۷؍اکتوبر ربوہ میں منعقد ہوگا۔ چونکہ اس خطبہ کے چھپنے اور جماعتوں میں پہنچنے پر کچھ وقت لگے گا اس واسطے میں نے اس اجتماع کے متعلق کچھ کہنے کے لئے اس جمعہ کو چنا ہے۔

پچھلے دنوں جب میں ربوہ گیا تھا اس وقت میں نے ’’محنت کرو محنت کرو محنت کرو‘‘ کے مضمون پر خطبہ دیا تھا وہ خطبہ ابھی چھپا نہیں۔ میں نے اس خطبہ میں یہ بتایا تھا کہ جہاد کے اصل معنی ہیں انتہائی طاقت استعمال کر دینا۔ پھر میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ تین قسم کے جہاد اسلام میں بیان ہوئے ہیں ایک جہاد اکبر ہے دوسرا جہادِ کبیر ہے اور تیسرے کو جہاد صغیر کہتے ہیں۔ اور جہاد کے بنیادی معنے کی رو سے ہر سہ قسم کے جہادوں میں کوشش کو انتہا تک پہنچانا لازمی ہے۔

جہاد اکبر نفس کے خلاف جہاد ہے یعنی شیطان کے جو حملے نفس کے خلاف یا کسی خاص شخص کے خلاف ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنی خداداد طاقتوں کو ان شیطانی حملوں سے محفوظ رکھ کر ان کی انتہائی نشوونما کے لئے کوشش کرنا ہے۔ ہم نے اپنی قوتوں کی پرورش کرنی ہے، انتہائی زور لگانا ہے اور پوری کوشش کرنی ہے کہ خداداد طاقتوں کی نشوونما میں کوئی تدبیر رہ نہ جائے کوئی غفلت یا سستی نہ ہو جائے اس کوشش کو جہاد اکبر کہتے ہیں۔

میں نے بتایا تھا کہ جہاد اکبر کے ذریعہ اسلام کی ایک زبردست فوج تیار ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدوسیوں اور مطہرین کے سردار ہیں آپ کی فوج غیر مطہر اشخاص پر مشتمل نہیں ہوسکتی۔ اس واسطے جس شخص نے اسلام کی فوج کا سپاہی بننا ہو اور وہ دل سے یہ چاہتا ہو کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود مطہر بنے۔

پس جہاد اکبر ایک ذریعہ ہے نفوس کی اصلاح کا۔ تاکہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے اسلام کی ایک زبردست فوج تیار کی جائے یہ فوج تلوار یا ایٹم بم لے کر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ پاک نفوس اور منور سینوں کو لے کر دنیا کے سامنے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے نکلتی ہے۔

پس یہ اصلاح نفس، جس سے اسلام کی فوج تیار ہوتی ہے، اس کے لئے دو بنیادی کوششیں کی جاتی ہیں۔ ایک وَلِنَفْسِکَ عَلَيْکَ حَقٌّ کے مطابق خود انسان اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے اس کو ہماری اصطلاح میں محاسبہ نفس کہا جاتا ہے۔ بعض سیاسی جماعتوں نے ایک نئی اصطلاح بنا دی ہے میرے کان تو اس سے مانوس نہیں اور نہ اس کی ضرورت تھی وہ محاسبۂ نفس کی جگہ ”خود تنقیدی“ کہتے ہیں۔ اب جبکہ ہمارے پاس محاسبۂ نفس جیسی ایک نہایت عمدہ اصطلاح موجود تھی تو پھر بھلا ”خود تنقیدی“ کی اس اصطلاح کی کیا ضرورت تھی؟ یہ اصطلاح اردو میں استعمال نہیں ہوتی۔ ہمارے کان اس سے نا آشنا بھی ہیں اور اسے سننا پسند بھی نہیں کرتے۔

بہرحال ایک تو یہ محاسبۂ نفس ہے جس کے ذریعہ انسان خود اپنا خیال رکھتا ہے کہ اس نے

کہاں غلطی کی ہے۔ انسان کے اندر بشری کمزوریاں ہیں وہ غلطی کرتا ہے محاسبۂ نفس کی عادت ہوتو اس کے اندر ندامت پیدا ہوتی ہے وہ توبہ واستغفار کرتا ہے اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اصلاح نفس یعنی انسانی قوتوں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کے لئے کئی دوسرے طریقے بھی ہیں جنہیں انسان اختیار کرسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (بنی اسرائیل: ۱۳)

یعنی انسانی طاقتوں اور قوتوں کی بہترین اور حقیقی اور کامل نشوونما کے لئے جس قسم کی تعلیم اور ہدایت کی ضرورت تھی وہ قرآن کریم کے ذریعہ کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔

پس انسان جب ذاتی اصلاح کے لئے قرآن کریم پر غور کرتا ہے تو اسے اپنی اصلاح کا موقع ملتا ہے اس کی صرف یہی خواہش نہیں ہوتی کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فوج کا ایک سپاہی بنے بلکہ اس کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فوج کا ایک ایسا سپاہی بنے جس کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پیار حاصل ہو۔

غرض ایک تو یہ کوشش ہے جس سے انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور جہاں غلطی دیکھتا ہے وہ اس کی اصلاح کرتا ہے اصلاح نفس کے لئے اسلام نے ہمیں جو دوسرا ذریعہ بتایا ہے وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدۃ: ۳) ہے۔ اس میں ہم اپنے نفس کی اصلاح کے علاوہ اپنے بھائی کے نفس کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ تَعَاوَنُوْا کے یہی معنے ہیں کہ اپنے بھائی کو نیکی اور تقویٰ کے اختیار کرنے میں مدد دی جائے تا کہ اس کی غلطیاں اور کمزوریاں، اس کی سستیاں اور غفلتیں دور ہوں اور باہم مل کر اس رفعت کے میدان میں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے لئے تیار کیا گیا ہے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں وہ اپنی اصلاح کر کے کندھے سے کندھا ملا کر روحانی رفعتوں کو حاصل کرتے چلے جائیں۔

پھر تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی جو کوشش ہے وہ آگے دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے ایک انفرادی اور دوسری منظّم۔ جہاں تک انفرادی کوشش کا تعلق ہے ایک بھائی بھائی کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دوست دوست کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ ایک خاوند

بیوی کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے ایک بیوی خاوند کی اصلاح کی کوشش کرتی ہے۔

یعنی انسانی معاشرہ میں جو لوگ تعلق رکھنے والے اور قریبی ہیں وہ جس رنگ میں بھی قریبی ہوں وہ اپنے قرابت داروں کا پورا خیال رکھتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں تاکہ ان کے اندر جو قوتیں ہیں وہ کامل نشوونما حاصل کریں۔

پھر ایک منظّم طریق ہے جس پر الٰہی سلسلے کام کرتے ہیں مثلاً قرون اولیٰ میں ایک منظّم طریق یہ تھا کہ جہاد کا اعلان ہو جاتا تھا۔ جہاد کے لئے چلنے کا حکم ملتا تھا اور لوگ جوق در جوق جہاد کے لئے چل پڑتے تھے۔ چنانچہ جہاد صغیر کو ذریعہ بنایا جاتا تھا جہاد اکبر یعنی انسان پر روحانی حسن چڑھانے کا۔ جس طرح لڑکوں کو کچھ پڑھا کر پھر ان کا امتحان لیا جاتا ہے اور اس سے ان کی قابلیت کا پتہ لگتا ہے۔ امتحان کے قریب آ کر طلبہ بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ اُس وقت تو ایک نکما طالب علم جس کی پڑھائی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوتی، وہ بھی کوشش کرتا ہے کہ امتحان کے سات دن پہلے خوب پڑھے۔ میں نے ایسے طالب علموں کو خود دیکھا ہے کہ وہ ساری ساری رات جاگتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سات دن کے ’’رت جگے‘‘ کے نتیجہ میں وہ بڑے اچھے نمبر لیں گے۔ یہ ان کی غلطی ہوتی ہے لیکن بہرحال جب امتحان کا وقت قریب ہو تو انسان کی کوشش تیز ہو جاتی ہے۔ تو اسی طرح جہاد کے دوران میں جب موت اپنے سروں پر منڈلاتی نظر آتی ہے تو کمزور سے کمزور آدمی بھی اپنی اصلاح نفس کی طرف زیادہ توجہ کرتا ہے۔ میں اس وقت جہاد صغیر کے اس حصے کو لے رہا ہوں جس کا تعلق اجتماعی طور پر نفس کی اصلاح سے ہے اور یہ بتا رہا ہوں کہ جہاد صغیر کے دوران میں انسان کے دل میں ایک خوف پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید وہ دو دن یا تین دن کے بعد خدا کے حضور پیش ہو جائے تو کیا منہ لے کر خدا کے حضور پیش ہوگا؟ پھر وہ زیادہ استغفار کرتا ہے۔ وہ اپنے اخلاص اور ایثار میں زیادہ حسین نظر آتا ہے اس کے روحانی حسن میں زیادہ چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اس میں اور زیادہ حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس وقت بھی بہت سے اجتماعی کام ہیں جن میں ایک خدام الاحمدیہ کا کام ہے جس کا ایک شعبہ اس کا سالانہ اجتماع ہے اگرچہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع اصلاح نفس کی ساری ضرورتوں

کو تو پورا نہیں کرتا تاہم یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اجتماع نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور بہترین سبق ہے اس لئے احمدی نوجوانوں کو اس طرف پوری توجہ دینی چاہئے۔

ہماری رجسٹرڈ جماعتیں ہزار کے قریب ہیں (رجسٹرڈ سے مراد یہ ہے کہ جو ہمارے رجسٹروں پر درج ہیں) کئی ایسی جماعتیں ہیں جو ایک جماعت کے طور پر ہمارے رجسٹروں میں درج ہیں مگر ہیں وہ دو یا تین یا پانچ یا سات آبادیوں پر مشتمل یعنی انتظامی سہولت کے پیش نظر قریبی اور چھوٹے چھوٹے گاؤں پر مشتمل ایک جماعت بنا دی گئی ہے۔

میرے خیال میں ابھی تک خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع میں جماعتوں کی تعداد کے لحاظ سے بمشکل پچاس فیصدی نمائندگی ہوتی ہے۔ صحیح اعداد و شمار تو مجھے اس وقت یاد نہیں تاہم کم وبیش پچاس فیصد نمائندگی کا مطلب یہ ہے کہ باقی پچاس فیصد کے نمائندے اجتماع میں شامل نہیں ہوتے حالانکہ اجتماع کی افادیت کے پیش نظر ان کو بھی شامل ہونا چاہئے تھا تا کہ اجتماعی اصلاحِ نفس کی جو ذمہ داری ہے اس سے ہم عہدہ برآ ہوسکیں۔ لیکن یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہمارے نوجوان اجتماع میں شامل ہوں۔ اگر وہ مرکز میں پہنچیں گے نہیں تو ان کی اصلاحِ نفس کی اجتماعی کوشش شروع کیسے ہوگی؟ لیکن انفرادی اصلاح یعنی اپنے بھائی کے نفس کی اصلاح تو یہاں بھی اور وہاں بھی ہر جگہ ہوسکتی ہے۔ اس وقت مختلف جماعتوں کے خدام یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اپنی اپنی جماعتوں میں جا کر اپنے دوسرے خدام بھائیوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ انہیں خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شامل ہونے کی ترغیب دلائیں۔

غرض ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔ اجتماع میں ہماری پوری کی پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہئے کسی جگہ اگر ایک یا دو احمدی گھرانے ہیں انہوں نے ایک جماعت کی شکل اختیار نہیں کی مگر ہیں بڑے مخلص گھرانے۔ وہ اپنے چندے براہِ راست مرکز میں بھجوا دیتے ہیں۔ وہ جلسہ سالانہ میں بھی شامل ہوتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی آدمی خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں آ جاتا ہے تو جب مجلس خدام الاحمدیہ اپنے حاضری کے رجسٹر پر اسے درج کرنا چاہتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی

جماعت کا نمائندہ نہیں کیونکہ اس کی جماعت کا نام ہمارے رجسٹروں میں درج ہی نہیں ہوتا۔ پھر وہ ویسے ہی اجتماع میں تقریریں سن کر یا کھیلیں دیکھ کر چلے جاتے ہیں اور اکثر نہیں بھی آتے۔ میرے خیال میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ اُن کا کوئی نمائندہ شامل ہی نہیں ہوتا۔ پس تمام جماعتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بھی کوشش کریں تاکہ خدام کے اجتماع میں ان کی نمائندگی سو فی صد تک پہنچ جائے۔ چوتھے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر ذمہ داریاں بٹ جاتی ہیں جہاں تک منتظمین کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے وہ تو مختلف النوع ہیں مَیں صرف اجتماع کے پروگرام کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پروگرام ایسا بنانا چاہئے کہ وہ نوجوان احمدیوں کی اصلاحِ نفس میں زیادہ سے زیادہ ممد ہو۔

پانچویں نوجوان احمدیوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اجتماع کے دوران میں اپنے اوقات کو نیکی کی باتیں سننے اور سنانے میں خرچ کریں تاکہ جب وہ اپنی جماعتوں میں واپس آئیں تو اپنے دل میں زیادہ سے زیادہ اخلاص اور نیکی محسوس کریں اور پھر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خلوص سے کام کرنے اور نیکی پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پس ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے خصوصاً نوجوانوں کو یہ بات کبھی بھولنی نہیں چاہئے کہ آج دنیا میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اور اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کی خاطر جو جنگ لڑنی ہے وہ کوئی معمولی جنگ نہیں ہے وہ بڑی زبردست جنگ ہے۔ دہریت (جسے ہم اشتراکیت اور کمیونزم بھی کہتے ہیں) دنیا کی آدھی آبادی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ حصے پر چھائی ہوئی ہے۔ دوسری طرف مذہب کے نام پر زندہ رہنے والی قومیں خواہ کتنی ہی کمزور ایمان والی کیوں نہ ہوں یا بدمذہب جن میں کسی نبی کی تعلیم کا ایک معمولی سا عکس نظر آتا ہے اور اسے بھی وہ اب بھول چکے ہیں لیکن بہر حال وہ لامذہب نہیں کہلا سکتے۔ (بدمذہب کی اصطلاح نئی نہیں ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال فرمایا ہے۔) انہوں نے آدھی دنیا کی دولت سنبھالی ہوئی ہے اور دنیوی لحاظ سے ان کی بہت بڑی طاقت ہے اور اسلام دشمنی میں بھی یہ لوگ بہت نمایاں ہیں۔ جس طرح آج جو شخص بھی مفسدانہ نعرہ لگانا چاہتا ہے وہ ''مرزائیت'' کے خلاف نعرہ لگا دیتا ہے حالانکہ مرزائیت

تو دنیا میں ہے ہی کہیں نہیں۔ یہ تو احمدیت ہے۔ لیکن بہرحال فساد برپا کرنے کی نیت سے مرزائیت کے خلاف نعرہ لگ جاتا ہے لیکن جو باہر کی دنیا ہے یعنی اسلام سے باہر کی دنیا وہ جب بھی شرارت کرنا چاہتی ہے وہ اسلام کو ملوث کرتے اور اس کے خلاف باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک عیسائی جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے کلی طور پر علیحدہ اور جدا ہو چکا ہے اس کے دل میں عیسائیت سے کوئی پیار نہیں رہا وہ بات بات میں کہے گا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یا نہیں، اس کے متعلق تمہیں بات کرنے کا حق تب پہنچتا جب تم حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ عیسائیت پر سے ایمان تو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا اب اسلام کے خلاف یہ دلچسپی تمہارے اندر کہاں سے پیدا ہوگئی ہے کہ تم بات بات میں اسلام کے خلاف جھوٹ بولنے لگے ہو۔

میں نے اس وقت تک یورپ کے دو دورے کئے ہیں۔ مجھے وہاں یہ عجیب بات نظر آئی کہ عیسائیت غائب ہے اور اسلام دشمنی قائم ہے۔ پہلی بار جب میں ۱۹۶۷ء میں وہاں دورے پر گیا تھا تو دو جگہ مجھ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کو کیسے پھیلائیں گے؟ میں نے اس سوال کا یہ جواب دیا تھا کہ تمہارے دل جیتیں گے۔ ایک پریس کانفرنس میں ۲۰۔۲۵ صحافی یہ جواب سن کر بلا مبالغہ سُن ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک منٹ تک تو ان کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی تھی کیونکہ انہوں نے ساری عمر یہ سن رکھا تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور ان کا سوال دراصل اسلام پر یہ طعن تھا کہ اسلام تو تلوار کے زور سے پھیلتا ہے۔ تلوار ہم نے اسلام کے ہاتھ سے چھین لی ہے اب تم ہمارے ملک میں اسلام پھیلانے کے لئے کیا جھک مارتے پھرتے ہو۔ لیکن جس وقت انہوں نے میرا یہ جواب سنا تو مبہوت ہو کر رہ گئے۔ غرض اسلام کو پھیلانے کے لئے تلوار کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ ہم لوگوں کے دل جیتیں گے اور اسلام پھیلائیں گے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم کے اندر اتنا حسن و احسان موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تلوار کی ضرورت ہی نہیں ہے میں چونکہ پہلے بھی اپنے کئی خطبات میں اس مضمون پر روشنی ڈال چکا ہوں اس لئے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

تاہم میں بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ادیان باطلہ کے خلاف ہماری زبردست جنگ

جاری ہے۔ اس وقت دنیا کا جاہل بھی اور پڑھا لکھا طبقہ بھی دنیا کا مذہبی بھی اور خدا کو گالیاں دینے والا بھی اسلام پر حملہ آور ہے۔ ہم نے نہ صرف اسلام کا دفاع کرنا ہے بلکہ دنیا کو اسلام کے حسن و احسان کا گرویدہ بنا کر اسے محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالنا ہے یہ کام بڑا ہی عظیم کام ہے جتنا یہ عظیم الشان کام ہے ہم پر اتنی ہی زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

اس لئے ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہماری جو نوجوان نسل ہے وہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی فوج میں بھرتی ہونے کے قابل نہ ہو اور غیر تربیت یافتہ ہو۔ چنانچہ اس تربیت کی خاطر ہم بہت سی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ ایک تدبیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ کی تھی کہ خدام الاحمدیہ کی تنظیم بنا دی اور پھر اس تنظیم میں مزید حسن پیدا کرنے کے لئے ان کا ایک اجتماع رکھ دیا جو سال بسال ہوتا چلا آ رہا ہے۔

چھٹے یہ اجتماع منتظمین پر بھی بڑی بھاری ذمہ داری ڈالتا ہے۔ اجتماع کے موقع پر اگر بعض غیر تربیت یافتہ نوجوان گپیں ہانکنے لگ جائیں تو انہیں دیکھ کر غصے نہیں ہونا چاہئے بلکہ پیار سے سمجھانا چاہئے۔ وہ وہاں تربیت حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں وہ حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی طرح تو نہیں ہوتے ہم انہیں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی نیکی اور تقویٰ کو اپنائیں مگر اُن کے بلند معیار پر ہر ایک کو پرکھا تو نہیں جا سکتا۔

بہر حال خدام میں تربیت کی کمی ہوتی ہے اسی لئے تو ہم ان کو وہاں بلاتے ہیں۔ اجتماع میں مثلاً تقریروں کے دوران میں بعض غیر تربیت یافتہ نوجوان اپنے خیمہ میں آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ منتظمین ان پر غصے ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ ایسی صورت میں منتظم کو چاہئے کہ وہ خود بھی ان کے پاس بیٹھ جائے۔ انہیں آرام سے سمجھائے اور کہے آؤ چلیں تقریریں سنیں۔ میں نے بھی غلطی کی بیٹھ گیا آپ نے بھی غلطی کی بیٹھ گئے۔ اسی طرح آرام سے سمجھانے سے یقیناً ان پر خاطر خواہ اثر ہوگا۔ پس اجتماع کا اصل مقصد خدام کی تربیت اور اصلاح ہے۔

پھر منتظمین کو یہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (المائدۃ:۳)

کے اصول کی رو سے اور جہاد اکبر کے لحاظ سے ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خدام کے ساتھ تعاون کریں اور انہیں آرام سے سمجھائیں اور انہیں نیکی اور تقویٰ اختیار کرنے کی احسن رنگ میں تلقین کریں۔ تا کہ ہم انفرادی اور اجتماعی ہر دو رنگ میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے لگ جائیں۔ ہم صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی دنیا کو اسلام کے نور سے منور کر دیں تا کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آئے گا جلد تر پورا ہو۔ خدا کرے ہماری زندگیوں میں پورا ہو۔

پس خدام الاحمدیہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اجتماع میں شمولیت کی طرف خاص طور پر توجہ دیں۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اجتماع میں شامل ہونے کی کوشش کریں پھر اجتماع کو کامیاب بنانے کی طرف منتظمین بھی توجہ دیں۔ اجتماع کے دنوں میں خدام اصلاح نفس اور علوم دینیہ کے حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ خدا کرے ہماری یہ کوششیں پوری طرح کامیاب ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۰/ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۶)

❊❊❊